103331 ـ باپ كے بے نماز وكيل نے نكاح كر ديا

سوال

ميرے عقد نكاح ميں والد صاحب نہيں آ سكتے تھے اس ليے انہوں نے ميرے تايا جان كو وكيل بنانے كا كہا سب سے بڑے تايا جان سفر پر گئے ہوئے تھے، ميرا عقد نكاح مسجد ميں ہوا جس ميں نكاح كى سارى شروط متوفر تھيں ولى اور گواہوں كى موجودگى ميں ايجاب و قبول ہوا اور نكاح على الاعلانيہ كيا گيا.
ليكن مجھے جو چيز پريشان كر رہى ہے وہ يہ ہے كہ ميرا وكيل يعنى ميرے تايا جان نماز ادا نہيں كرتے، وہ مسلمان تو ہيں اور نماز جمعہ كى ادائيگى كرتے اور رمضان المبارك كے روزے ركھتے ہيں، ا نكى بيوى باپردہ اور نمازى ہے، ليكن وہ يہ الفاظ كہتے ہيں ٹھيك ہے ميں نماز ادا نہيں كرتا ليكن ميں بہتر ہوں، كچھ لوگ نماز ادا كر كے بھى گناہ كرتے رہتے ہيں.
ميرا سوال يہ ہے كہ آيا كيا يہ چيز نكاح اور اس كے نتيجہ ميں ہونے والے دخول اور معاشرت زوجيہ اور حيات زوجيہ پر اثرانداز ہو گى يا نہيں، كيونكہ كچھ علماء كرام نے تو بےنماز كو دين اسلام سے خارج اور كافر قرار ديا ہے، اور پھر ولى اور وكيل كے ليے تو مسلمان ہونا شرط ہے ؟

پسنديدہ جواب

الحمد للہ.

اول:

نكاح ولى يا اس كا نائب ہى كر سكتا ہے اس كے علاوہ كسى اور كو نكاح كرنے كا حق نہيں؛ كيونكہ حديث سے يہى ثابت ہے.

ابو موسى اشعرى رضى اللہ تعالى بيان كرتے ہيں كہ رسول كريم صلى اللہ عليہ وسلم نے فرمايا:

" ولى كے بغير نكاح نہيں ہوتا "

سنن ابو داود حديث نمبر (2085) سنن ترمذى حديث نمبر (1101) سنن ابن ماجہ حديث نمبر (1881) علامہ البانى رحمہ اللہ نے صحيح ترمذى ميں اسے صحيح قرار ديا ہے.

اور ايك حديث ميں رسول كريم صلى اللہ عليہ وسلم كا فرمان ہے:

" جس عورت نے بھى اپنے ولى كى اجازت كے بغير نكاح كيا تو اس كا نكاح باطل ہے، اس كا نكاح باطل ہے، اس كا نكاح باطل ہے "

مسند احمد حديث نمبر (24417) سنن ابو داود حديث نمبر (2083) سنن ترمذى حديث نمبر (1102) علامہ البانى رحمہ اللہ نے صحيح الجامع حديث نمبر (2709) ميں اسے صحيح قرار ديا ہے.

اس ليے جمہور علماء كرام كے ہاں عورت اپنا نكاح خود نہيں كر سكتى، اور نہ ہى وہ اپنے نكاح كے ليے كسى دوسرے كو وكيل بنا سكتى ہے، اس ليے عورت كا نكاح يا تو ولى خود كريگا يا پھر جسے ولى وكيل بنا دے.

بعض ممالك اور علاقوں ميں عقد نكاح كرنے والا يہ كہتا ہے كہ: ميں نے اپنى مؤكلہ كا نكاح تيرے ساتھ كيا يعنى جس عورت نےمجھے وكيل بنايا ہے اس كا نكاح تيرے ساتھ كيا، تو يہ احناف كے مسلك پر مبنى ہے.

كيونكہ احناف عورت كو خود بخود نكاح كرنےكى اجازت ديتے ہيں، اور وہ ولى كى شرط نہيں لگاتے، ليكن ان كا يہ قول جمہور علماء كرام كے قول اور پھر يہى نہيں بلكہ صحيح احاديث كے بھى خلاف ہے جو اوپر بيان كى جا چكى ہيں.

چنانچہ صورت مسئولہ ميں يعنى جس كے متعلق سوال كيا گيا ہے اس ميں يہ تايا ولى يعنى لڑكى كے باپ كا وكيل تھا نہ كہ بيوى كا وكيل.

دوم:

علماء كرام كا اجماع ہے كہ نماز سے انكار كرتے ہوئے تارك نماز شخص كافر ہے، ليكن اگر وہ سستى و كاہلى كے ساتھ نماز ترك كرتا ہے تو اس كےكفر ميں علماء كرام اختلاف كرتے ہيں، ليكن راجح يہى ہے جس پر كتاب و سنت كے دلائل اور صحابہ كرام كے اقوال دلالت كرتے ہيں كہ وہ بھى كافر ہے.

اس بنا پر تارك نماز شخص مسلمان عورت كا عقد نكاح ميں ولى نہيں بن سكتا.

اور جوشخص صرف نماز جمعہ ادا كرتا ہو اور رمضان المبارك ميں نماز ادا كرے باقى ايام ميں نماز ترك كرتا ہو تو يہ چيز اسے كافر ہونے ميں مانع نہيں ہوگى بلكہ راجح قول كے مطابق وہ تارك نماز ہى شمار كيا جائيگا، جيسا اوپر بيان بھى كيا جا چكا ہے، مزيدتفصيل معلوم كرنےكےليے آپ سوال نمبر (2182) اور (5208) كے جوابات كا مطالعہ

ضرور کریں.

اس كا يہ دعوى كہ وہ بعض نمازيوں سے اچھا اور بہتر ہے اسے كے كافر ہونے ميں كوئى فائدہ نہيں دےگا بلكہ وہ كافر ہى رہے گا، كفر سے بڑھ كر اور كيا گناہ ہو سكتا ہے، اسے دين اسلام كے ركن اور اہم ستون نماز سے كونسى چيز روك رہى ہے حالانكہ كافر اور مسلمان كےمابين تو فرق كرنے والى چيز ہى نماز ہے؟!

ابن قدامہ رحمہ اللہ كہتے ہيں:

" اہل علم كے اجماع كے مطابق كافر شخص كو مسلمان پركسى بھى حالت ميں ولايت حاصل نہيں ہوتى، ان ميں امام شافعى اور امام مالك اور ابو عبيد اور اصحاب الرائ شامل ہيں.

اور ابن منذر رحمہ اللہ كہتے ہيں: ہم نے جن اہل علم سے علم حاصل كيا ہے ان سب كا اس پر اجماع ہے " انتہى

ديكھيں: المغنى (9 / 377).

اور شيخ ابن عثيمين رحمہ اللہ كا كہنا ہے:

" اگر كوئى شخص نماز ادا نہيں كرتا تو اس كے ليے اپنى بيٹيوں ميں سے كسى كا بھى ولى بن كرنكاح كرنا حلال نہيں، اور اگر وہ ولى بن كرنكاح كر بھى دے تو يہ نكاح فاسد ہوگا؛ كيونكہ مسلمان عورت كے ولى كے ليے مسلمان ہونا شرط ہے " انتہى

ماخوذ از: فتاوى نور على الدرب.

رہا يہ مسئلہ كہ اگر ولى يعنى والد كسى شخص كو نكاح كے ليے وكيل بنائے تو بعض علماء كرام اس وكيل كے ليے بھى مسلمان ہونے كى شرط لگاتے ہيں، ليكن بعض علماء كرام نے مسلمان ہونے كى شرط نہيں لگائى، كيونكہ وہ تو صرف ولى كى جانب سے وكيل ہے وہ خود ولى نہيں.

امام شافعى رحمہ اللہ كتاب الام ميں رقمطراز ہيں:

" كسى شخص كا كسى دوسرے شخص كو عقد نكاح ميں وكيل بنانا جائز ہے، ليكن وہ كسى عورت يا كافر شخص كو كسى مسلمان عورت كے عقد نكاح كا ولى نہ بنائے، كيونكہ ان دونوں ميں سے كوئى ايك بھى كسى بھى حالت ميں ولى

نہیں بن سکتا " انتہی

دیکھیں:الام (5 / 21).

اور ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" جو شخص کسی چیز میں خود تصرف کرنے کا مالك نہیں ہو تو وہ اس چیز میں وکیل بھی نہیں بنایا جا سکتا، مثلا کسی عورت کو عقد نکاح میں وکیل بنانا یا قبول کرنے میں، اور کسی کافر شخص کو مسلمان عورت کے نکاح میں، اور اسی طرح مجنون اور پاگل اور بچے کو سارے حقوق میں " انتہی

اور الموسوعۃ الفقھیۃ میں درج ہے:

" شافعیہ اور حنابلہ کے ہاں کسی بھی مسلمان شخص کے لیے کسی عورت سے عقد نکاح کرنے کے لیے کسی کافر کو وکیل بنانا صحیح نہیں؛ کیونکہ ذمی اور کافر شخص یہ عقد نکاح اپنے لیے کرنے کا مالك نہیں تو پھر اس میں وکیل بننا میں جائز نہیں ہے.

احناف اور مالکیہ کہتے ہیں کہ: یہ وکالت صحیح ہے؛ کیونکہ وکیل بننے کے لیے شرط یہ ہے کہ وکیل کو جس میں وکیل بنایا جا رہا ہے وہ خود اپنے لیے کر سکتا ہو تو پھر وکیل بن سکتا ہے، اور پھر وکیل عاقل ہو چاہے مسلمان ہو یا غیر مسلم " انتہی

دیکھیں: الموسوعۃ الفقھیۃ (7 / 133).

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے درج ذیل سوال کیا گیا:

ایك شخص نے کسی ذمی شخص کو اپنے لیے مسلمان عورت سے نکاح قبول کرنے کا وکیل بنا دیا تو کیا یہ نکاح صحیح ہو گا یا نہیں ؟

شیخ الاسلام رحمہ اللہ کا جواب تھا:

" الحمد للہ رب العالمین:

اس مسئلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے، قبول نکاح میں وکیل اس شخص کو بنایا جائیگا جو خود اپنے لیے نکاح قبول کر

سکتا ہو، اس لیے اگر کسی عورت کو یا پھر پاگل اور مجنون یا غیر ممیز بچے کو وکیل بنا دیا جائے تو یہ جائز نہیں ہو گا ....

رہا نکاح قبول کرنے کے لیے کسی ذمی اور کافر کو وکیل بنانا تو علماء کرام کا اس میں اختلاف پایا جاتا ہے، کچھ علماء کرام نے جائز کہا ہے وہ کہتے ہیں کہ: علماء کا اتفاق ہے کہ یہاں ملکیت خاوند کے لیے حاصل ہوگی نہ کہ وکیل کو.. لہذا کسی ذمی کو وکیل بنانا بالکل اسی طرح ہے کہ عورت کی شادی کرنےکے لیے اس کے کسی محرم شخص کو مثلا عورت کے ماموں کو وکیل بنا دیا جائے، تو مؤکل کے لیے قبول نکاح میں اسے وکیل بنانا جائز ہے، اگرچہ اس کے لیے اس عورت سے خود نکاح کرنا جائز نہیں.

اسی طرح ذمی کو کسی مسلمان شخص کے نکاح میں وکیل بنانا بھی چاہیے اس کے لیے کسی مسلمان عورت کا نکاح کرنا جائز نہیں، لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہونے کے پیش نظر ایسا نہ کیا جائے...

لیکن اس کے باوجود یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ نکاح باطل ہو گا، کیونکہ اس کے باطل ہونے کی کوئی شرعی دلیل نہیں " انتہی مختصرا

دیکھیں: الفتاوی الکبری (3 / 123).

اس بنا پر ہمیں تو یہی ظاہر ہوتا ہے باقی واللہ اعلم یہ نکاح صحیح ہے، کیونکہ دلائل اسی پر دلالت کرتے ہیں کہ مسلمان عورت کا ولی مسلمان ہونا چاہیے، لیکن ولی کے وکیل کے بارہ میں کوئی واضح دلیل نہیں کہ اس کے لیے بھی مسلمان ہونا شرط ہے.

واللہ اعلم .